بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ
رسول
محمد

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ

اور ہم نے جن وانس کو (اپنی) عبادت کیلئے پیدا کیا

حضور ﷺ کا ذوق عبادت

علامہ محمد شہزاد مجددی

سنی لٹریچر ... روڈ، لاہور

باسمہ تعالیٰ

بفیضانِ نظر: مجدد عصر حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن دامت برکاتہم پیرارچی

بیادگار: صوفی بے مثل حضرت مرشدی صوفی گندل خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ دستک نمبر 40

عنوان: حضور ﷺ کا ذوقِ عبادت

تقریر: علامہ محمد شہزاد مجددی

ترتیب: حافظ محمد عماد الدین

صفحات: ۲۸

تاریخ اشاعت: ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ / دسمبر ۲۰۰۴ء

ناشر: سنی لٹریری سوسائٹی ۔ ۴۹ ۔ ریلوے روڈ، لاہور

ہدیہ: دعائے خیر بحق معاونین

نوٹ: ۔ دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر حاصل کریں۔

سُنّی لٹریری سوسائٹی ۴۹، ریلوے روڈ لاہور

E MAIL: msmujaddidi@hotmail.com

بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسول اللہ۔

تمہید

اس موضوع کی اہمیت و نوعیت کے حوالے سے ابتدا میں آپ کو بتاؤں کہ اس موضوع کو کیوں منتخب کیا گیا۔ جہاں اور بہت سے محرکات تھے وہیں اُن میں سے ایک خاص محرک جو سبب بنا وہ یہ ہے کہ مستشرقین (Orientalists) جو غیر مسلم مؤرخین ہیں اور ان کا تعلق دنیا کے کسی بھی مذہب سے ہے اور انہوں نے سیرتِ طیبہ پر نسلِ انسانی کے سب سے بہترین، منتخب، اور برگزیدہ شخص یہ وہ الفاظ ہیں جو کسی عقیدت مند امتی کے نہیں اس پر پوری نسلِ انسانی کا بلا تمیزِ مذہب و مسلک اتفاق ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ جیسا شخص اور انسان اور بشر اور عبد نہ کبھی آیا ہے اور نہ کبھی آئے گا۔ اس پر سمجھ لیں کہ نسلِ انسانی کے تمام مؤرخین کا اجماع ہے۔ ہر مذہب، ہر فکر، اور ہر School of Thought سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے اس عظیم ہستی کی سیرتِ طیبہ پر قلم اٹھایا ہے۔ مارکولیگ ایک مستشرق ہے اس نے ۱۹۰۵ء میں رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر ایک کتاب لکھی۔ اس کے دیباچہ میں غیر مسلم ہونے کے باوجود اس نے یہ لکھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ وہ شخصیت ہیں کہ ان کے سیرت نگاروں کا سلسلہ کبھی نہ ختم ہونے والا ہے اور ایسا ممکن نہیں ہے کہ کوئی سیرت نگار اور قلمکار ایسا اٹھے جو اپنے قلم کی جولانیوں سے اور اپنے فکر کی فراوانیوں سے آپ کی سیرت نگاری کا حق ادا کرے۔ البتہ میں سیرت پر قلم اس لیے اٹھا رہا ہوں تا کہ اس عظیم ہستی کے سیرت نگاروں

میں مجھے بھی اپنا نام لکھوانے کا شرف حاصل ہو۔ یہ وہ عظیم ہستی ہیں جن کا اُمتی ہونے کا شرف ہمیں براہِ راست حاصل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ خاص فضل وکرم ہے کہ جس طرح اس نے نبیوں ورسولوں میں سے اپنے نبی محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منتخب فرمایا اسی طرح اولادِ آدم میں سے کچھ خوش نصیبوں کو حضور ﷺ کا اُمتی بنانے کے لیے منتخب فرمایا۔ یہ خوش نصیب جماعت اور خوش نصیب امت ہے۔

لیکن مستشرقین میں سے ایک طبقہ ایسا بھی اٹھا جنہوں نے دشمنی اور تعصب کی نظر سے سیرت کا جائزہ لیا اور کچھ اعتراضات اٹھائے۔ اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ اعتراض ڈھونڈنے والوں نے بہت کوشش کی، بہت تلاش کی، بہت ڈھونڈھا اور تجسسِ بسیار کے بعد اپنے خیال میں جو نقائص ڈھونڈنے میں کامیاب ہوئے ان میں سے ان کے خیال میں ایک بہت بڑا عیب یہ تھا کہ یہ نبی جو تھے، اللہ کے آخری نبی، مسلمانوں کے نبی اور رسول ﷺ عورتوں کے بڑے رسیا تھے۔ انہوں نے بکثرت نکاح فرمائے۔ اور اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ Over Sexed یعنی مغلوب الشہوت تھے۔ اس کے لیے انہوں نے یہ اصطلاح استعمال کی ہے۔ یہ ایسا اعتراض ہے کہ جس پر سیرتِ طیبہ کا کوئی بھی طالب علم بے ساختہ مسکرا اٹھتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ اس پورے یورپ نے مل کر اس بے عیب ہستی میں جو عیب ڈھونڈھا ہے وہ کتنا مضحکہ خیز ہے۔ میں اس بحث کی جزئیات میں نہیں جاؤں گا صرف آپ کی توجہ دلانا مقصود ہے۔ اور یہ اس رسالہ کی Back Ground کے طور پر ضروری ہے۔ ہمارے پاکستان کے وفاقی شرعی عدالت کے ایک جج ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا کہ مستشرقین کے ان اعتراضات کے جواب میں جس کی طرف میں نے آپ کی توجہ دلائی انہوں نے انگریزی میں ایک کتاب تیار کر لی ہے اور وہ انشاء اللہ جلد چھپ بھی جائے گی۔ اس کتاب میں جسٹس صاحب نے حضور ﷺ کے اُمہات المومنین

کے ساتھ بکثرت نکاح فرمانے کی خصوصیات اور حکمتیں جو اس دور کے تقاضوں کے مطابق پوشیدہ تھیں اور جو ایک مشنری شخص کو ـــــ جو لوگوں کی دعوت و اصلاح پر مامور ہو کر آیا ہو ـــــ جو ضرورتیں پیش آسکتی تھیں بیان کی ہیں۔ اور وہ بھی ایک مافوق الفطرت شخص ہونے کے ناطے نہیں بلکہ بطور بشر اور انسان ہونے کے ناطے اور ایک کامل و اکمل اور جامع الصفات شخص اور عبد ہونے کے ناطے۔ اس پسِ منظر میں جب یہ کتاب Finalize ہو رہی تھی تو ان جسٹس صاحب نے مجھے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ پاک کے حوالے سے اس کتاب میں کوئی کمی یا کسر نہ رہ جائے۔ کیونکہ میں اس کتاب کو بارگاہِ رسالت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور اس حوالے سے آپ کوئی مشورہ دیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میری نظر میں ایک چیز ہے۔ وہ یہ کہ جو اعتراضات مستشرقین کی طرف سے کیے جاتے ہیں یہ یقیناً ان کی کم علمی اور ان کے عدم فہم کا نتیجہ ہے ورنہ انہی میں سے ایسے ایسے لوگ بھی موجود ہیں کہ انہوں نے جب سیرتِ طیبہ کا بغور جائزہ لیا تو کئی کئی سال کے مطالعہ کے بعد ـــــ آخر مرنے سے پہلے ـــــ ان میں سے اکثر اسی محمد مصطفیٰ ﷺ کا کلمہ پڑھ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس میں ایک چیز جو میرے خیال میں تھی اور میں ان کے علم میں لایا وہ یہ ہے کہ جب آپ حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر ایک نظر دوڑائیں اور آپ کا تعلق دنیا کے کسی بھی مذہب سے ہو اور آپ صرف غیر جانبدار بن کر مطالعہ کریں اور اس نبی الامی کے صرف شب و روز کے معمولات کو ہی دیکھ لیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ شخص جس کی رات کا ایک تہائی سے زیادہ وقت اللہ کے آگے سجدے میں روتے اور گڑگڑاتے ہوئے گزرتا ہو تو وہ شخص کیسے Over Sexed ہو سکتا ہے۔ وہ کیسے مغلوب الشہوت ہو سکتا ہے۔ اس پر ان جسٹس صاحب نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس حوالے سے جو میٹیریل آپ کی نظر میں قرآن و سنت کی روشنی میں ہے وہ مجھے یکجا کر دیں تاکہ میں اس

کتاب کے اندر شامل کرلوں۔ یہ سبب بنا ان معمولاتِ نبوی کو جو عبادت کے حوالے سے آپ ﷺ کے تھے، ان کو دیکھنے کا، ان کو پرکھنے کا، مطالعہ کرنے کا۔

اس موضوع کی اہمیت ایک اور حوالے سے بھی اہم ہے وہ یہ کہ جس دور میں ہم رہ رہے ہیں، اس دور کے اندر بحیثیت اُمتی ہمارے آقا و مولا ﷺ کی سیرت پر اعتراض کرنے والوں نے ایک نکتہ یہ بھی اٹھایا ہے۔ جس شخص کی نظر میں یہ بات ہوگی کہ میں تو اُس نبی کا اُمتی ہوں جس نے اپنی پہلا نکاح ۲۵ سال کی عمر میں ۴۰ سالہ بیوہ خاتون سے کیا تھا، اور باقی تمام نکاح آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دس سالوں میں کیے ہیں۔ اور یہ آپ ﷺ کی عمر کے ۵۳ سال سے ۶۳ سال کا عرصہ ہے۔ حضور ﷺ نے دوسرا نکاح ہجرت کے آخری سال میں فرمایا اور اُم المومنین حضرتِ عائشہؓ جو ایک ہی کنواری زوجہ محترمہ تھیں وہ مدینہ میں آنے کے بعد آپ کے حرم میں داخل ہوئیں تھیں۔ نکاح میں تو آپ آ چکیں تھیں لیکن رخصتی بعد میں ہوئی۔ یہ ساری چیزیں جب نظر میں رہتی ہیں اور پھر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبی وہ ہیں جنہوں نے ۲۷ غزوات بنفسِ نفیس لڑے ہیں۔ اور ان میں ایسے غزوات بھی تھے جن میں ایک ایک مہینہ کا سفر تھا یہ شخص Over Sexed کیسے ہو سکتا ہے۔ اور جس کے پاس ہر چیز بلا شرکتِ غیرے موجود ہو اور جسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہو اور جس کی عمر کا آخری سال بھی جہاد کے محاذوں اور میدانوں میں گزرا ہو۔ اصل میں یہ صرف اور صرف عدم فہم اور کم علمی کی وجہ ہے۔

(چند آیات واحادیث)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

فسبح بحمد ربك وكن من السّٰجدين۔ واعبد ربك حتى ياتيك اليقين۔

اور آپ ﷺ اپنے رب کو سراہتے ہوئے، اسکی پاکی بیان کرو اور اپنے رب کی اتنی عبادت کرو کہ یقین کی انتہائی منزل پر فائز ہو جاؤ۔

(الحجر: ۹۸، ۹۹)

از روئے قرآن رات کی نماز میں کثرتِ تلاوت ایک اہم اور لازمی چیز ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ومن الّيل فتهجد به نافلة لك عسىٰ ان يبعثك ربك مقامًا محمودا۔

اور رات کے بعض حصہ میں (اٹھو) اور نماز تہجد ادا کرو تلاوت قرآن کے ساتھ) (یہ نماز) زائد ہے آپ کے لیے۔ یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقامِ محمود پر۔

(الاسراء: ۷۹)

یعنی رات کو تلاوتِ قرآن پر مشتمل نماز ادا کریں۔ اسی لیے احادیث صحیحہ اس بات پر شاہد ہیں کہ رحمت عالم ﷺ رات کی نماز میں سورۃ البقرۃ، آلِ عمران، النساء، المائدۃ، اور الانعام ایک ایک رکعت میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ان الفاظ سے روایت ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، تو آپ نے سورۃ البقرۃ شروع کی، میں نے سوچا کہ آپ سو آیات پر رکوع فرمائیں گے، لیکن آپ پڑھتے رہے حتی کہ میں نے سمجھا کہ آپ پوری سورۃ ایک رکعت میں پڑھیں گے، لیکن آپ نے تلاوت جاری رکھی یہاں تک کہ میں نے سمجھا اس سورۃ پر آپ رکوع کریں گے، پھر آپ نے سورۃ نساء شروع کی اور اسے مکمل پڑھا پھر سورۃ ال عمران شروع کی اور اسے مکمل پڑھا۔ آپ خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے اور جب کسی تسبیح (کے مضمون) والی آیت سے گزرتے تو تسبیح پڑھتے اور جب کہیں سوال یعنی اللہ سے مانگنے کا موقع آتا تو اللہ سے دعا مانگتے۔ اور جب کہیں پناہ مانگنے کا موقع آتا تو (معوذات) پناہ مانگتے۔ پھر رکوع فرماتے اور (سبحان ربی العظیم) کہتے اور آپ کا رکوع تقریباً قیام جتنا ہوتا تھا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کہتے اور پھر تقریباً رکوع کی مقدار کھڑے رہتے اور پھر سجدہ میں جاتے اور کہتے سبحان ربی الاعلی۔ اور آپ ﷺ کا سجدہ تقریباً قیام کے برابر ہوتا۔

سنن نسائی میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ ڈرائے جانے والی آیات یا اللہ کی عظمت و جلال والی آیات سے گزرتے تو (موقع کے مطابق) اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

(سنن نسائی: رقم: ۱۳۳۴: صفحہ ۲۵۸ مطبع دارالوراق، بیروت)

ان احادیث کے علاوہ ایسی روایات بھی ہیں جن میں حضور ﷺ کی وہ دعائیں مذکور ہیں جو آپ رات کو بیدار ہو کر مانگا کرتے تھے۔ ان طویل اذکار و ادعیہ کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کس درجہ ہمہ تن متوجہ الی اللہ رہتے تھے اور تمام دنیوی اشغال و مصروفیات کے باوجود اپنے رب سے مستقل وابستگی رکھتے تھے۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے۔

نبی ﷺ ہر گھڑی اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث ۵۵۸

(الحیض، ذکر اللہ تعالیٰ فی حال الجنابۃ)

سنن ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کے رکوع کی مقدار علالت کے دنوں میں ادا کردہ نماز میں چالیس آیات کی تلاوت جتنی ہوتی تھی۔

(ابن ماجہ: رقم: ۱۲۲۶، جلد نمبر: ۱ صفحہ: ۳۸۷)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ عشاء سے فراغت کے بعد اور نماز فجر سے پہلے کے درمیانی وقت میں گیارہ رکعتیں ادا فرماتے تھے۔ ہر دو کے بعد سلام پھیرتے اور ایک وتر ادا فرماتے، اور ان رکعات میں جو سجدے فرماتے ان کی مقدار اتنی تھی کہ ایک سجدہ سے سر اٹھانے تک تم میں سے کوئی پچاس آیات تلاوت کر لے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم: ۱۳۵۸، جلد نمبر: ۱، صفحہ: ۴۳۲)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

نبی کریم ﷺ نے تہجد کی نماز کا قیام قرآن کی ایک آیت کے ساتھ بھی فرمایا ہے۔

(ترمذی، صفحہ: ۱۰۰، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی)

ائمہ محدثین کی تصریحات کے مطابق یہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۱۸ ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم: ۱۳۵۰، جلد نمبر: ۱) مطبع دار الفکر، بیروت، لبنان)

نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا گیا ہے۔

(سنن نسائی صفحہ ۵۷۵، دار الوراق، بیروت، لبنان)

حضرت مغیرہ

حضور ﷺ (نماز میں) اس طرح کھڑے ہوتے کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں اور ٹانگیں سُوج جاتے تھے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا (آپ اتنی برداشت نہ ہونے والی) عبادت کیوں کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا۔ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(صحیح البخاری: جلد نمبر ۱، صفحہ ۱۵۲)

حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ایک رات میں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز تہجد ادا کی اور آپ ﷺ قیام میں کھڑے رہے یہاں تک کے ایک برا خیال میرے ذہن میں آیا۔ جب پوچھا گیا وہ برا خیال کیا تھا؟ آپ نے جواب دیا وہ یہ تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور حضور ﷺ کھڑے رہیں۔

(صحیح البخاری: جلد نمبر ۱، صفحہ: ۱۵۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ:

میں نے حضور ﷺ کو تہجد کی نماز کے قیام میں کبھی بیٹھ کر قرآن پڑھتے نہیں دیکھا ماسوائے اپنی عمر کے آخری ایام میں جب آپ بیٹھ کر تلاوت کرتے تھے اور جب تیس (۳۰) یا چالیس (۴۰) آیات باقی رہ جاتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور ان آیات کو تلاوت کرتے اور پھر رکوع کرتے۔

(صحیح البخاری: جلد نمبر ۱، صفحہ: ۱۵۴)

اور پھر حضور ﷺ تو وہ ہستی ہیں جن کی حیات طیبہ میں ایسی راتیں بھی ہوں کہ ان کی ان کی ازواجِ مطہرات روایت کرتی ہوں کہ ہم دیکھتی تھیں کہ رات کو حضور ﷺ کا بستر خالی ہوتا تھا۔ اور آپ ﷺ کو ڈھونڈتے ہوئے جب ہم نکلتی تھیں تو دیکھتی تھیں کہ آپ ﷺ جنت البقیع کے اندر کبھی حالت قیام میں ہیں اور کبھی حالت دُعا میں ہیں اور کبھی حالتِ سجدہ

میں ہیں اور اپنے رب کے آگے گڑگڑا رہے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اکثریت اس بات پر گواہ ہے کہ انہوں نے دیکھا حضور ﷺ کبھی کبھی، ایک ایک آیتِ مبارکہ کی تلاوت میں ساری ساری رات گزار دیتے تھے۔

عبادت کیا ہے؟

لغت یہ کہتی ہے کہ عبادت عاجزی اور انکساری کی انتہائی حد کو کہتے ہیں۔

یہ ڈکشنری کی بات ہے اور یہ کسی بھی شخص کے لیے ہوسکتی ہے لیکن ہم جس ذاتِ گرامی کی بات کررہے ہیں، جس ہستی پاک کی بات کررہے ہیں یہ وہ ہیں کہ جن پر بندگی خود ناز کرتی ہے۔ عبودیت اگر خود معراج پانا چاہے تو وہ محمد ﷺ کے سراپا میں ظہور کرتی ہے۔ کیونکہ یہ بات متفق علیہ ہے کہ اللہ نے کوئی صفت ایسی پیدا نہیں کی جس نے محمدِ مصطفیٰ ﷺ کو شرف بخشا ہو۔ اور یہ بات ذہن میں ہونی چاہیے کہ ہر صفت جسے حضور نے اختیار فرمایا ہے، آپ ﷺ نے اسے شرف بخشا ہے۔ کوئی بھی خوبی جو تصور میں آسکتی ہے اور کوئی بھی وصف جس کا گمان کیا جاسکتا ہے امام الانبیاء ﷺ نے اسے اختیار کر کے اسے لاثانی کر دیا اس کو شرف بخش دیا۔ آپ ﷺ نے بندگی کو بھی معراج بخشی حالانکہ آپ ﷺ کا رب جو لوگوں سے عبادت کے تقاضے کرتا ہے اور کثرتِ ذکر کے تقاضے کرتا ہے لیکن آپ ﷺ تو وہ ہیں کہ ان کے قیام کی طوالت دیکھ کر رب العالمین خود فرماتا ہے۔

اے حبیب ﷺ آپ اپنے قیام کو ذرا مختصر رکھا کریں۔ آپ اتنے لمبے لمبے قیام نہ فرمائیں۔ یہ ہے آپ ﷺ کا ذوقِ عبادت اور ذوقِ عبودیت۔

امام سیوطی نے یہاں پر ایک مرکزی نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے جو اسمائے حسنہ ہیں اور جو آپ کی صفات ہیں ان میں سے ایک صفت ''العبد'' ہے۔ جس طرح آپ کو ... آپ کو بشیر و نذیر کہا گیا،

سراجِ منیر کہا گیا، مزمل و مدثر کہا گیا اور اس طرح اور بہت ساری صفات سے نوازا گیا۔

اسی طرح سے قرآنِ پاک کے اندر آپ ﷺ کو صفتِ عبد سے بھی موصوف کیا گیا۔ آپ اس بات سے بھی حضور ﷺ کی صفتِ عبدیت کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قرآنِ پاک کے اندر غالباً چار مقامات ایسے ہیں جہاں پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کا ذکر اسمِ عبد سے کیا ہے۔ اور غالباً چار ہی بار آپ ﷺ کو اسمِ محمد ﷺ سے موسوم کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

تبارك الّذی نزّل الفرقان علیٰ عبده لیکون للعٰلمین نزیرًا۔

وہ ذات بابرکت ہے جس نے قرآنِ پاک اپنے (محبوب) بندہ پر نازل کیا تا کہ وہ سارے جہان کو ڈرانے والا بن جائے۔

(الفرقان : ۱)

دوسری جگہ فرمایا:

سبحٰن الّذی اسریٰ بعبده ــــــ الخ

(ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کروائی اپنے بندے کو۔

(الاسراء : ۱)

تیسری جگہ فرمایا:

فاوحیٰ الیٰ عبده ما اوحیٰ۔

پس وحی فرمائی اپنے بندے کو جو کچھ بھی وحی فرمائی۔

(النجم : ۱۰)

اور ظاہر ہے یہ کسی کو معلوم نہیں کہ کیا کہا۔ اور اس کا بیانیہ انداز بھی ایسا ہی ہے جیسا راز رکھنا چاہتے ہوں۔ یعنی کہہ دیا اپنے بندے سے جو کہنا تھا اور بتایا کچھ بھی نہیں۔

چوتھی جگہ فرمایا:

الیس اللہ بکاف عبدہ۔

کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں۔

(الزمر : ۳٦)

یہ قرآنی آیات واضح طور پر آپ ﷺ کی صفتِ عبدیت کو بیان کر رہی ہیں۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کی صفتِ عبدیت کتنی اہم چیز ہے کہ اللہ رب العزت بار بار اس صفت کو بیان کر رہا ہے اور اس پر کتنا Stress کیا جا رہا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جب ہمیں دعوتِ اسلام دی جاتی ہے تو ہم سے یہ بھی تقاضا کیا جاتا ہے کہ اللہ کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ تم یہ گواہی دو۔

واشهد انّ محمداً عبده ورسوله

عبد کا عام ترجمہ بندہ ہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ جو عبدہٗ ہے، یہ ایک مختلف تصور ہے۔ اصل میں عبد کا ترجمہ بندہ کرنے پر ہم مجبور ہیں کیونکہ ہماری اردو زبان کی اپنی حدیں ہیں۔ لیکن علامہ اقبال نے اس عقدے کو کھولا۔ وہ فرماتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عبد کہنے سے تو انہیں اپنے ہی جیسا بندہ سمجھے۔ کیونکہ ہر ڈکشنری عبد کا ترجمہ بندہ ہی کرتی ہے تو کہیں تم اس اشتراک اسمی سے کسی شبہہ میں نہ پڑ جانا کہ میں بھی بندہ وہ بھی بندہ۔

اقبال کہتے ہیں کہ:

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دیگر
ما سراپا انتظار او منتظر

فرمایا عبد اور ہوتا ہے اور عبدہ اور ہوتا ہے۔ فرق کیا ہے؟ عبد وہ ہوتا ہے جو انتظار میں ہو۔ رحمت کے ــــ کرم کے ــــ فضل کے ــــ فیض کے ــــ اور اپنے

محبوب کی توجہ کے ـــــــ انتظار میں بیٹھا ہو۔ اور جس کا انتظار ہو رہا ہو وہ عبدہٗ ہوتا ہے۔

یعنی:

ع خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہ شانِ عبدیت اللہ نے صرف اور صرف اپنے محبوب کریم ﷺ کو عطا فرمائی ہے،

اور انہی فیوضات، کرم نوازیوں اور بیش بہا نعمتوں کا نتیجہ تھا کہ رب العالمین نے اپنے

محبوب سے فرمایا:

واتممت علیکم نعمتی۔

اے حبیب ﷺ ہم نے اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں۔

(المائدہ : ۳)

تو اب تقاضا یہ بن جاتا ہے کہ جب مُنعم کی طرف سے اتنی نوازشات اور نعمتیں ہو

رہی ہوں۔ تو جس پر یہ نعمتیں ہو رہی ہوں وہ کس قدر شکر گزار بنتا ہے اس نعمت کا اور کس قدر

اپنے محبوب کے آگے اپنی بندگی کا نذرانہ پیش کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی صفتِ عبودیت کے کئی پہلو ہیں بات کرتے جائیں تو اس نعمت

کی برکت ہی سے ذہن کھلتا چلا جاتا ہے، فکر کو کئی سمتیں ملتی ہیں۔ یہ حضور ﷺ کے نام کی

برکت ہے۔

رسول کی تعریف علماء نے یہ کی ہے:

بان الرسول برزخ بین الخالق والخلق۔

رسول جو ہے وہ خالق اور مخلوق کے درمیان ایسا واسطہ ہوتا ہے جس کا ایک سرا

خالق سے جڑا ہوتا ہے اور دوسرا، سرا مخلوق سے۔

(تفسیر مظہری)

اتنی ہمہ جہت ذات کی شانِ عبدیت کیا ہوگی۔ ایک بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ جب ہم عبادت اور شانِ عبدیت کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ اضافی عبادات ہیں جن کا تقاضا نہیں کیا گیا۔ اس سے مراد فرائض نہیں، واجبات نہیں، کیونکہ وہ تو Dues ہیں۔ وہ ہر صورت میں ہم نے ادا کرنے ہیں۔ اصل میں اظہارِ عبدیت کے لیے شریعت اسلامیہ نے کچھ ایسے پیرائے بتائے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں اور ان ذرائع میں سے کسی ذریعہ کو اختیار کر کے اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرنا یہ ہے مقصد عبدیت اور اظہارِ عبدیت۔

ام المومنین سے جب پوچھا گیا حضور علیہ السلام کو کونسا عمل سب سے زیادہ پسند تھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل۔

(صحیح البخاری: جلد نمبر ا، صفحہ: ۱۵۲، مسلم: جلد نمبر ا، صفحہ ۲۶۶)

آپ کو وہ عمل سب سے زیادہ پسند تھا جو مستقل ہو اور ہمیشہ کیا جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی مداومت کے ساتھ، مواظبت کے ساتھ کیا جائے۔

اور الگ سے بھی احادیث میں ہے کہ اللہ کے ہاں پسندیدہ ترین عمل وہ ہے جو مداومت کے ساتھ Regularly ہو۔ یعنی یہ نہیں کہ آج ہمیں جوش چڑھا تو آج ہم نے رات کو جاگ لیا، آج ہم نے کئی ہزار تسبیحات پڑھ لیں اور پھر اگلی رات ہم غفلت کی نیند سوئے رہے۔ یہ اسلام کا مزاج نہیں ہے۔ اب آپ سوچیئے جس نبی نے تعلیم یہ دی ہوگی اس کی اپنی Regularity کیا ہوگی اور ان کی اپنی مداومت اعمال کس نوعیت کی ہوگی۔

صحیح بخاری کی اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نفلی عبادات میں سے جو بھی عمل اختیار کیا جائے ——— نفل کا معنی زائد چیز ہے ——— یعنی اضافی عبادات میں سے جس چیز کو ہم نے اپ

لیا ہے اس پر ہمیشگی کی جائے۔ چاہے وہ عمل تھوڑا ہو۔ اگر چار رکعت نفل کا معمول ہے تو وہ اللہ کو بہت پسند ہے بہ نسبت اس جوشیلی عبادت کے جو عارضی ہو۔ یہ روح ہے حضور ﷺ کی تعلیم عبدیت کی۔ تھوڑا عمل اس عمل سے بہت بہتر ہے جو بہت زیادہ ہو لیکن کبھی کبھار ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں پوچھنے والے نے حضرت ام المؤمنین سے پوچھا کہ آپ ﷺ رات کو کس وقت بیدار ہوتے تھے۔ ام المومنین نے فرمایا:

کہ جس وقت مرغ پہلی اذان دیتا ہے۔ آج کا مرغ بھی جو پہلی اذان دیتا ہے وہ رات دو اور تین بجے کے درمیان کا وقت ہے۔ مرغ کئی اذانیں دیتا ہے لیکن پہلی اذان کی آواز جو ہے وہ دو اور تین بجے کے درمیان آتی ہے۔ تو اس وقت جو مدینے کا مرغ ہوگا اس کی کیا شان ہوگی؟ وہ کتنا بروقت بولتا ہوگا اس کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ رات کے دو تہائی عرصہ گزر جانے کے بعد بیدار ہوتے تھے۔

(صحیح البخاری: جلد نمبر ۱، صفحہ: ۱۵۲، طبع کراچی)

پھر دوسری حدیث جو ام المومنین سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ عبادت کی بہت کثرت فرمایا کرتے تھے۔

اب یہاں یہ بات واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ کثرت سے مراد کیا ہے؟ تو کثرت سے مراد Quantity نہیں بلکہ Quality ہے۔ حضور ﷺ سینکڑوں رکعتیں نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ قیام، رکوع اور سجود کو لمبا کیا کرتے تھے۔ اسلامی شریعت مطہرہ میں عبادات کا معیار Quantity پر نہیں بلکہ Quality پر رکھا گیا ہے۔ عبادات میں یہ دو چیزیں بڑی ضروری ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ عمل تھوڑا ہو لیکن مستقل اور مداومت کے ساتھ۔

(۲) دوسرا یہ کہ مقدار اور گنتی کی بجائے معیار اور حضوریٔ قلب کے ساتھ عبادت کی جائے۔ بندہ اپنے رب کی طرف خشوع و خضوع سے متوجہ ہو۔

صحابہ فرماتے ہیں کہ ایک رات یہ منظر اہلِ مدینہ کی آنکھوں نے دیکھا۔ آپ کے ذوقِ عبادت کی جو کیفیت تھی اور اپنے رب کی بارگاہ میں جو خشیت تھی اس کی ایک جھلک اس روایت میں نظر آتی ہے۔ یہ محض خشک عبادت نہیں تھی بلکہ تعلق والی عبادت تھی اور دیکھنے والا یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ جو عبد ہے صرف عبد نہیں ہے بلکہ عارف بھی ہے۔ یہ صرف عبادت گزار نہیں ہے بلکہ جس کی عبادت کر رہا ہے اسے جانتا بھی ہے، اسے پہچانتا بھی ہے۔ اس لیے اس کے اثرات اور کیفیات اس کے وجود سے جھلک بھی رہے ہیں اور چھلک بھی رہے ہیں۔

اُس رات حضور ﷺ نے قرآن پاک کی صرف ایک آیت پڑھتے ہوئے اپنا قیام کیا۔

ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم۔

اے اللہ اگر تُو انہیں عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں لیکن اگر تُو انہیں بخش دے تو بے شک تُو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

(المائدۃ : ۱۱۸)

ظاہر ہے تُو ان کا مالک ہے یہ تیرے بندے ہیں جو چاہے تُو کر سکتا ہے تجھے کوئی روکنے والا نہیں۔ تیرے کاموں میں کس کو دخل۔

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہ ۔

حکم تو صرف اللہ ہی کا ہے۔

لیکن اگر تُو ان پر رحم اور کرم نوازی کرے تو تجھ سے بڑھ کر کون رحم کرنے والا

ہے۔ عبادت کے دوران ہی حضور ﷺ اپنے منصب کو بھی ملحوظ رکھا کرتے تھے اور اپنی اُمّت کے مفادات پر بھی نظر رہتی تھی اور اپنی اُمّت پر اپنے رؤف و رحیم ہونے کا جو پرتو ہے وہ عین عبادت کے دوران بھی آپ ﷺ ڈالتے رہتے تھے۔ اب کیفیت مناجات کی تھی مانگنے کا عمل تھا، رب سے درخواست کرنے کا۔ آپ ﷺ اسی رب ذوالجلال کے کلام کے ذریعے اسی کے ساتھ مخاطب ہیں۔ آیت کا موضوع ایسا آ گیا کہ ایسی رقت طاری ہوئی کہ آواز بلند ہوتی گئی، جوش پیدا ہوتا گیا۔ اور ویسے بھی روایت کے اندر موجود ہے کہ:

حضور ﷺ کثر بلند آواز سے قرآن پڑھا کرتے تھے اتنی بلند کہ قریب بیٹھے شخص کو تلاوت کی آواز سنائی دے رہی ہوتی تھی اور وہ جان جاتا تھا کہ آپ ﷺ کون سی سورت یا آیت تلاوت کر رہے ہیں۔ اس لیے روایات میں موجود ہے کہ آپ ﷺ کس رکعت میں کون سی سورت پڑھا کرتے تھے یا تہجد کی رکعتوں میں کون کون سی سورتیں آپ ﷺ نے پڑھیں ہیں۔ آپ ﷺ تلاوت کر رہے تھے۔ اے اللہ تُو مہربانی کر دے اور بخش دے، رحم فرما دے۔

مضمون ایسا تھا کہ آواز بلند ہوتی چلی گئی اور گریہ و آہ و زاری کی کیفیت پیدا ہوئی اور اس قدر پیدا ہوئی کہ امہات المومنین آپ ﷺ کی آواز سن کر بیدار ہوئیں تو جس طرح آپ ﷺ گریہ کر رہے تھے، تو جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ بھی گریہ کرنے لگ گئیں۔ بلکہ ارد گرد صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جو مکانات تھے وہ بھی آوازیں سن کر روتے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے کہ پتہ نہیں کیا ہو گیا۔ جب قریب آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ کا ایک عبدِ کامل اپنے محبوب سے مناجات کر رہا ہے تو ایسا بھی ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کی شانِ عبدیت کے ایسے ایسے مظاہر کہ بیان کرنے والے کو سوائے شرمساری کے اور ندامت کے کچھ سامنے نہیں آتا۔

میں نے عرب کے بعض علماء کو دیکھا ہے ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کے ساتھ سفر کر

کے اور انہیں قرآن پڑھتے اور سنتے ہوئے کہ وہ کس طرح Response دے رہے ہوتے ہیں قرآن کی آیات پر جب وہ پڑھی جارہی ہوں۔ یہی سنت طریقہ ہے اور یہی قرآن سے ظاہری تعلق کی علامت ہے جس سے آج ہم مجموعی طور پر محروم ہو چکے ہیں۔ اصل میں Response نہ دینے کی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ ہمارا قرآن سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اور قرآن سے کوئی تعلق ہوگا تو اس کے اثرات بھی ہم پر ظاہر ہوں گے اور ہم Response دینے کے قابل ہوں گے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

قد افلح المومنون۔ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون۔

بے شک دونوں جہاں میں بامراد ہو گئے ایمان والے۔ وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔

(المومنون : ۱،۲)

اسلامی شریعت میں خشک عبادت مقصود نہیں کیونکہ ایک دوسری جگہ اللہ فرماتا ہے:

فویل للمصلین۔ الذین ھم عن صلاتھم ساھون۔

ہلاکت ہے نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں۔

(الماعون:۴،۵)

دیکھیے نمازی ہونے کے باوجود انہیں ہلاکت کی وعید سنائی جارہی ہے اس کے کچھ معنی ہیں۔ یہ چیز روح عبادت ہے اور اس تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ اس ذات باری سے ہم اپنے تعلق کو درست کریں۔ اور اگر درست ہے تو اسے مضبوط کریں تاکہ اُن فیوض و برکات کی کوئی کرن اور جھلک ہمیں بھی نصیب ہو۔

آپ ﷺ رات کو جو عبادات اور قیام کرتے تھے اس میں گنتی کی بات نہیں ہوتی تھی بلکہ Maximum آپ ﷺ نے تہجد میں بارہ (۱۲) رکعتیں پڑھیں ہیں لیکن اس

میں فضیلت کیا ہے؟ فضیلت ہے رکعت کی طوالت میں اور رکعت میں بھی قیام کی طوالت میں۔اور ہمارے حنفیوں کے نزدیک قنوت سے مراد قیام ہے۔

علامہ شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں یہی لکھا ہے اور اس کے ساتھ روایت بھی نقل کی ہے کہ:

افضل الصلوٰۃ طول القنوت۔

(صحیح مسلم: جلد نمبر ا، صفحہ: ۲۵۸، طبع کراچی)

اللہ تعالیٰ کو وہ نفل نماز پسند ہے جس میں قیام لمبا ہو۔اور قیام لمبا کیسے ہوگا جب قرآن کی قرأت لمبی ہوگی۔آپ ﷺ کبھی سورۃ البقرۃ تلاوت فرمارہے ہیں اور کبھی سورہ آل عمران، سورۃ المائدہ، اور سورۃ الاعراف تلاوت فرمارہے ہیں۔اور یہ تمام لمبی لمبی سورتیں ہیں جو آپ ﷺ سورۃ الفاتحہ کے بعد تلاوت فرماتے تھے۔اور پھر اس کے اندر جو مضمون آیا جو کیفیت آئی اُس میں ایک آیت کو پڑھتے ہوئے ساری رات گزر گئی۔اب یہ رات جو صحابہ نے دیکھی تو حضور ﷺ اسی ایک آیت کو دہراتے رہے، تکرار فرماتے رہے یہاں تک کے فجر کی سپیدی طلوع ہوئی۔ایسے شخص کو Over Sexed کہنا کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔صحابہ سے یہ دیکھا نہیں جاتا تھا تو بے ساختہ یہ بات انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں جمع ہو کر عرض کی۔یارسول اللہ ﷺ جب آپ کا رب آپ کو فرما چکا ہے۔

لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ویتم نعمته علیك و یهدیك صراطا مستقیما۔

تاکہ دور فرمادے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے اور مکمل فرمادے اپنے انعام کو آپ پر اور چلائے آپ کو سیدھی راہ پر (الفتح ۲:)

میں نے ایسا قیام کر کے دیکھا ہے آپ بھی کبھی بطور تجربہ کر کے دیکھیں تو اس حدیث کی حقیقت کھلتی ہے۔ میں نے ایک ایسے قاری کے پیچھے تراویح پڑھی ہوئی ہے جو تراویح میں چھ (۶) سپارے پڑھتے تھے۔ جب ہم فارغ ہوتے تھے تو مجھے لگتا تھا کہ میری جوتی چھوٹی ہوگئی ہے اور میرا پاؤں بڑا ہو گیا ہے۔ تو اس وقت یہی سمجھ آئی تھی کہ ہمارا اگر یہ حال ہے کہ ہم پیچھے کھڑے ہیں صرف سن رہے ہیں خود کچھ نہیں کر رہے تو وہ نبی الامی، اللہ کے عبدِ کامل وہ جب ایسی عبادت کرتے ہوں گے تو یقیناً آپ ﷺ کی پنڈلیاں سوج جاتی ہوں گی اور مبارک ٹخنے متورم ہو جایا کرتے ہوں گے۔

بہر حال صحابہ نے عرض کی جب آپ کا رب آپ ﷺ کو یہ بشارت اور نوید سنا چکا تو اس کے بعد اس مشقت کے معنی۔ یعنی اتنی ریاضت، اتنی شدت عبادت میں، کثرتِ ذکر میں، قیام میں، رکوع و سجود میں۔ اس پر آپ ﷺ نے جواب دیا۔

افلا اکون عبدا شکورا۔

فرمایا اے صحابہ جب میرے رب نے مجھے اتنا نوازا ہے تو میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ جب اس نے اتنی مہربانیاں کر دیں کہ اپنی ساری نعمتیں مجھ پر تمام کر دیں اور اِنَّـآ اَعۡـطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ فرما دیا۔ ہر خیر ہر کثرت آپ کو عطا کر دی سب کچھ آپ ﷺ کو عطا کر دیا۔ تو کیا میں اتنا بھی نہ کروں اپنے رب کے آگے۔

امام سیوطی نے آپ ﷺ کے صفتِ عبد کے تحت ایک روایت لکھی ہے فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور جبریل علیہ السلام بھی آپ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں ایک فرشتہ آسمان سے اترا۔ آپ ﷺ نے نظر اٹھائی تو اس نے عرض کی، اے محمد ﷺ مجھے رب نے آپ کی خدمت میں اس لیے بھیجا ہے کہ رب آپ سے پوچھتا

ہے کہ اے حبیب ﷺ آپ بتایئے کیا ہم آپ کو فرشتہ رسول بنائیں یا عبد رسول بنائیں۔ یعنی آپ عبدیت والی رسالت چاہتے ہیں یا ملکوتی رسالت چاہتے ہیں یا شاہانہ رسالت چاہتے ہیں، شان و شوکت والی۔ جبریل علیہ السلام جب بیٹھے ہوتے تو آپ ﷺ جبریل علیہ السلام کا عندیہ ضرور لیتے۔ کیونکہ جبریل کی یہ ڈیوٹی تھی۔ جب جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو جبریل علیہ السلام کا ذوق آپ ﷺ کے ذوق کے عین مطابق تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو اشارہ کیا کہ اے محمد ﷺ آپ اس فرشتے کو اپنے ذوق کے مطابق جواب دیں۔ تو آپ ﷺ نے اس فرشتہ کو فرمایا میں نبی العبد بننا چاہتا ہوں میں رسول عبد بننا چاہتا ہوں۔

(الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلقیہ: صفحہ ۲۱۰)(مسند احمد: ۲/۲۳۱)

یعنی یہ گویا آپ کا انتخاب تھا۔ عبدیت کے ساتھ آپ ﷺ کی ایسی مناسبت تھی کہ آپ ﷺ نے اس کو خود چنا ورنہ اللہ نے آپ ﷺ کو اتنے اختیارات دیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو اُحد پہاڑ سونے کا ہو کر میرے ساتھ ساتھ چلا کرے لیکن یہ فقر، یہ عبدیت، یہ انکسار اور تواضع۔ یہ آپ ﷺ کا ذاتی انتخاب تھا جس کو آپ ﷺ نے اپنی پوری حیاتِ مبارکہ پر محیط کر رکھا تھا۔ اور صحیح بخاری کے اندر ام المومنین کی یہ روایت ہے کہ یہ عبدیت اس نوعیت کی نہیں تھی کہ جب نماز میں کھڑے ہیں تو عبد ہیں اور باقی اوقات میں نہیں۔ ایسی بات ہرگز نہیں تھی۔ آپ ﷺ کے چوبیس گھنٹے کی ایک ایک گھڑی اس رنگِ عبودیت کے اندر رنگی ہوئی تھی۔

تیرے شایان شاں ہے عبدہٗ کے لفظ کی حرمت
فاوحیٰ کا فقط تیرے لیے پیغام ہے آقا

حدیث مبارکہ

كان النبي صلى الله عليه وسلم يذكر الله

على كل أحيانه

(ترمذی، الدعوات رقم:۳۴۰۶، ابوداؤد، طہارۃ رقم:۱۷، ابن ماجہ: الطہارۃ:۲۹۸)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی ہر گھڑی اللہ کے ذکر میں ہوتی تھی۔ کوئی ساعت ایسی نہیں تھی کہ آپ ﷺ اپنے رب کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ حتیٰ کہ فرمایا:

تنام عيناى ولا ينام قلبى -

میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

(بخاری: جلد نمبر ۱، صفحہ ۱۵۴)

آپ ﷺ سوتے بھی تھے کیونکہ اُمت کی تعلیم پر مامور تھے اور اسوہ پیچھے چھوڑنا تھا لیکن ایسا سوتے تھے کہ فرمایا میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ اس طرح کا انداز تھا کہ:

ادھر مخلوق میں شامل، اُدھر اللہ سے واصل۔

کوئی گھڑی ایسی نہیں کہ اپنے اللہ سے غافل ہوں اور کوئی گھڑی ایسی نہیں کہ اپنی اُمت سے غافل ہوں۔ کیونکہ آپ ﷺ اس ڈیوٹی پر مامور ہیں۔ سال کے روزے رکھے اور بغیر سحری و افطاری کے روزے رکھے یہ بھی انداز عبدیت تھا۔ لیکن جب صحابہؓ نے یہ دیکھ کر رکھنے شروع کیے تو صحابہؓ کمزور پڑ گئے۔ صحابہؓ کے رنگ زرد پڑ گئے، صحابہؓ گرنے لگ گئے، آپ ﷺ نے پوچھا تمہیں کیا ہوا تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ چونکہ ہم نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ بغیر کھائے پیئے روزے رکھ رہے ہیں اور بغیر سحر و افطار کے روزے رکھ رہے ہیں تو ہم نے بھی رکھنا شروع کر دیے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

ایکم مثلی۔

تم میں سے کون ہے میری مثل۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

لست کھیئتکم۔

میں تمہارے سانچے میں ڈھلا ہوا نہیں ہوں۔

مجھے میرے رب نے کسی اور ہی سانچہ میں ڈھالا ہوا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

ابیت عند ربی ھو یطعمنی ویسقینی۔

میں تو رات کو اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

ایسا تعلق ایسی معیتِ الٰہی آپ ﷺ کو میسر تھی کہ دوسرا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اور آپ کسی بھی دنیا کے بڑے سے بڑے محدّث سے پوچھیں کہ کیا کوئی روایت ایسی ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے کوئی صحابی یا امہات المومنین میں سے کسی نے یہ کہا ہو کہ ہم نے دیکھا فلاں رات حضور ﷺ اپنے حجرے میں نہیں تھے یا مدینے میں نہیں تھے یا زمین پر نہیں تھے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں رات اپنے رب کے پاس گزارتا ہوں۔ آپ ﷺ کو ایسا تعلق اور معیت اپنے رب کے ساتھ حاصل تھی کہ بوجود فرش پر ہونے کہ چوبیس گھنٹے آپ کا تعلق اس ذاتِ لامکاں سے جڑا رہتا تھا اور قائم رہتا تھا۔ اور احادیث میں ایسے ایسے مظاہر ملتے ہیں کہ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ جماعت کے ہوتے ہوئے مصلّی پر آپ ﷺ آگے بڑھ رہے ہیں اور پیچھے ہو رہے ہیں تو جب پوچھا حضور ﷺ خیریت تھی کہ جماعت میں ہم نے دیکھا کہ آپ مصلّی سے آگے بڑھ گئے اور پھر پیچھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چونکہ آیاتِ جنت کی تلاوت ہو رہی تھی تو جنت میرے سامنے تھی اور جنت کے درختوں کے

خوشے لٹک رہے تھے میں نے چاہا کہ ایک خوشہ تمہارے لیے توڑ لوں وہ اتنا قریب آ گیا تھا کہ میں بے ساختہ آگے بڑھ گیا۔ یہ ہے وہ چیز جس کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ اصل میں یہ قرآن ہی وہ ذریعہ ہے وہ Source ہے جس کو تھام کر، جس کمند کے ذریعے ہمیں اوپر چڑھنا ہے۔ جب اسی کو چھوڑ دیا تو کیسے ہم اپنا رابطہ اللہ سے برقرار رکھ سکیں گے اور اسلام کو اپنی زندگیوں میں داخل کر سکیں گے۔

ایسی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ تعلق کی نوعیت تھی کہ دورانِ عبادت نماز بھی ہو رہی ہے، عبادت بھی ہو رہی ہے اور اظہارِ عبدیت بھی ہو رہا ہے اور اس کے مظاہر دوسرے بھی دیکھ رہے ہیں۔ اصل میں یہ چیز روح عبادت ہے جو آپ ﷺ کو میسر تھی۔ یہ وہ نعمت کبریٰ ہے اور نعمتِ عظمیٰ ہے جس کے لیے یہ سارا عبادت کا جو پروگرام ہے وہ ہمیں دیا گیا ہے۔ اسی لیے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما خلقت الجنّ والانس الا لیعبدون۔

ہم نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔

(الذاریٰت: آیت ۵۶)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ای لِیَعْرِفُوْن۔ کہ ہم نے اس لیے پیدا کیا جن وانس کو تا کہ تم پہچانو اسے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ تا کہ تم اس کی معرفت حاصل کرو۔ یہ ہے ٹارگٹ انسان کا اس دنیا کے اندر۔ اس دنیا کے اندر رہتے ہوئے اس ذات کو پہچاننا ہے جس نے ہمیں وجود بخشا، جس نے ہمیں پیدا کیا۔ اور اس کے ساتھ تعلق کا وہ Source ڈھونڈھنا ہے جس کے ذریعے ہم ان فیوض وبرکات کو حاصل کر سکتے ہیں جو اللہ نے ہمارے ہی لیے بنا رکھے ہیں اور ہمارے ہی لیے محفوظ رکھ چھوڑے ہیں۔ جو جو اس Source کو اختیار کرتا رہے گا وہ اپنا اپنا حصہ پاتا رہے گا۔ یہ

جنہیں ہم انبیاء کہتے ہیں، اولیاء کہتے ہیں، صلحاء کہتے ہیں یہ سب کے سب اس Source کو دریافت کر کے بیٹھے ہوئے تھے۔ نماز تو وہ بھی چار رکعت ہی پڑھتے تھے دو رکعت ہی پڑھتے تھے۔ وہی معمولات اور وہی انداز۔ لیکن معیار کو مقدار پر ترجیح دیتے تھے۔

ہمارے عوام الناس میں ایک عام رویہ یہ پایا جاتا ہے جو غیرِ عارف لوگ ہیں وہ ہمیشہ کثرتِ رکعت پر زور دیتے ہیں لیکن اسلامی شریعت میں Quality ہے مقدار نہیں۔ اور یہی سنت مطہرہ کے عین مطابق اور درست طریق ہے۔ اسی لیے فرمایا:

لا رهبانية في الاسلام۔

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

(مسند احمد: ۶/۲۲۶)

اسلام میں یہ نہیں ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے تم جنگلوں کی طرف چلے جاؤ بلکہ اللہ کی محبت اور محبوبیت، اللہ کے رسول کی سنت پر چلنے سے ملے گی۔ جو جتنا حضور ﷺ کے طبیعت و مزاج اور سنت کے قریب ہوتا چلا جائے گا وہ اتنا ہی رب کا مقرب ہوتا چلا جائے گا۔ اب دیکھیے مشقت بھی تھوڑی، وقت بھی تھوڑا اور ریاضت بھی کم، اور مجاہدہ بھی کم لیکن Result کیسا؟ کتنا بہترین و اعلیٰ اور ماورائے فکر و فہم ہے۔ اب لوگ یہی سمجھ کر آٹھ (۸) رکعتیں پوری کر لیتے ہیں تہجد کی لیکن یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ وہ آٹھ رکعتیں آپ ﷺ نے کتنے گھنٹوں میں مکمل کی ہیں۔ آپ بے شک آٹھ کی بجائے چار رکعتیں پڑھیں لیکن اس میں یہ التزام کریں کہ سورۃ الفاتحہ کے بعد سورہ یٰس ہی پڑھ لیں یا سورہ رحمٰن، سورہ واقعہ اور سورہ مزمل ہی پڑھ لیں۔ اگر چھوٹی سورتیں مثلاً سورہ اخلاص پڑھ رہے ہیں تو کم از کم گیارہ مرتبہ پڑھ لیں۔

مدینہ منورہ میں ایک بزرگ ہمارے ساتھ تھے وہ بڑی اچھی اچھی باتیں ہمیں

بتاتے رہتے تھے۔ان کی مہربانی سے ہمیں بھی یہ ذوق ملا۔انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ کو نماز سے بہت محبت تھی۔ام المومنین فرماتی ہیں جب بلال حبشیؓ اذان کے لیے نکلتے تھے تو حضور ﷺ فرماتے تھے کہ:

قم یابلال فأرحنا بالصلوة۔

اے بلال اٹھو! اور نماز کے ساتھ ہمیں راحت پہنچاؤ۔

(سنن ابی داؤد :۲۹۶/۴،رقم :۴۹۸۶)(مسند احمد :رقم:۲۲۷۰۵)

یعنی رب کا ذکر چھیڑو کوئی محبوب کی بات کرو۔زبان بلالؓ کی ہو اور سننے والے محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں۔جس وقت حضرت بلالؓ اشھد ان محمد الرسول اللہ کہتے تھے تو اس وقت حضرت بلالؓ آپ کی طرف اشارہ کیا کرتے تھے۔کیونکہ حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے تھے۔تو جس وقت اذان مکمل ہو جاتی تو امہات المومنین کہتی ہیں حضور ﷺ اگر حجرے میں ہوتے تو ہم میں سے ایسے نکلتے کہ جیسے ہمیں جانتے ہی نہیں۔باتیں ہو رہی ہوتی تھیں کوئی موضوع چھڑا ہوتا تھا سو معاملات۔لیکن حی علی الصلوۃ پر حضور ﷺ یوں اٹھتے تھے کہ ہم حیران رہ جاتے تھے اور اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ حضور ﷺ ہمیں جانتے ہی نہیں کہ ہم کون ہیں۔اس طرح آپ ﷺ متوجہ الی اللہ ہوتے تھے ظاہری طور پر۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ۔

نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

نماز کے اندر حضور ﷺ نے معراجِ عبدیت پائی اور امت کے لیے بھی یہ وراثت چھوڑی تاکہ امت اس میں سے اپنا حصہ وصول کرے۔نبی کریم ﷺ کو معراجِ جسمانی ایک بار ہوئی لیکن دوسری معراجِ روحانی وہ کتنے ہزار بار ہوئی یہ کسی کو نہیں پتہ۔جو

مستقل تعلق اپنے رب کے ساتھ تھا وہ کس مظہر میں ظہور کرتا تھا اس کا کسی کو نہیں پتا۔ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ وہی آیت پھر دہراتا ہوں۔

فاوحی الی عبدہ مااوحی۔

پس وحی فرمائی اپنے بندے کو جو کچھ بھی وحی فرمائی۔

(النجم : ۱۰)

آپ ﷺ نے اتنا پسندیدگی کا، محبت کا، رغبت کا اظہار جو نماز کی طرف فرمایا ہے، ظاہر ہے اس میں کوئی راز، کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔ اسی کو پانے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے اور اس کا بہترین ذریعہ قرآنِ پاک ہے۔

علامہ اقبال نے قرآنِ پاک کے بارے میں کہا ہے کہ:

آں کتاب زندہ قرآنِ حکیم
حکمت او لازوال است و قدیم

علامہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ زندہ کتاب ہے جس کی حکمتیں لازوال ہیں اور قدیم ہیں۔ یعنی جن کی ابتدا اور انتہا معلوم نہیں۔ ایسا کلام اور ایسا نور کتابی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے اگر اس سے ہم اپنے تعلق کو جوڑیں اور مضبوط کریں تو ہمیں بھی اس فیض میں سے حصہ مل سکتا ہے۔

حمد

یاالٰہی بیکسوں کا آسرا تو ہی تو ہے
سربلندی کی حدوں کا منتہا تو ہی تو ہے

تیرے حسنِ خَلق کا مظہر ہیں یہ شمس و قمر
جس کی ہر تخلیق ٹھہری دلربا تو ہی تو ہے

میرے دل کے وسوسے بھی تجھ سے پوشیدہ نہیں
مجھ سے بڑھ کر ہے جسے میرا پتا تو ہی تو ہے

تیری جانب ہے توجہ جسم و جان و روح کی
میرے مولا! مرجعِ حرف دعا تو ہی تو ہے

تیرے اوصاف ومحاسن کا بیاں ممکن نہیں
میری ہر حمد وثنا سے ماورا تو ہی تو ہے

بن گیا شہزاد تیرے لطف سے عبدالغنی
جس کے بندے ہیں نبی وہ ذوالعلا تو ہی تو ہے

نعت

عیاں قرآں کے حرفوں سے ترا اکرام ہے آقا
تری ہر اک ادا پر مشتمل اسلام ہے آقا

نبیؐ، صاحبؐ، عبدؐ، حریصؐ، حاشرؐ، ذکرؐ
فیوض و نور کا چشمہ ترا ہر نام ہے آقا

ترے شایانِ شاں ہے عبدہٗ کے لفظ کی حرمت
فاَوحیٰ کا فقط تیرے لیے پیغام ہے آقا

چنا اپنے لیے تو نے رسول عبد کا منصب
تحیر خیز یہ کیا حسیں اقدام ہے آقا

سلامت ہے جو ذوق بندگی تیری عنایت ہے
سحر خیزی کا جذبہ تیرا فیضِ عام ہے آقا

ہے مرشد فقر والوں کا ترا سنگِ شکم بستہ
تری خاکِ گزر اقطاب کا احرام ہے آقا

اسے اعزاز دے اپنی غلامی کی سند دے کر
تبسم [illegible] دام ہے آقا

قَعدَۂ اَخِیرَہ کی مَسنُون دُعاء

عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْق رضی اللہ تعالیٰ عَنْہُ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں، مجھے اپنی ذاتی

فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ؀

کرم نوازی سے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(بخاری، مسلم، عمل الیوم واللیلۃ، کتاب الاذکار ص۷)

یہ دعا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف کے بعد پڑھنے کی تعلیم فرمائی۔

منجانب: دارالاخلاص، ۴۹۔ ریلوے روڈ، لاہور۔

عزیزانِ گرامی! اس عظیم کام کا تسلسل آپ کے تعاون ہی سے ممکن ہے۔امسال حسب سابق سنی لٹریری سوسائٹی کے زیر انتظام قربانی کی کھالوں کے حصول کے لئے کیمپ اور اسٹال لگائے جارہے ہیں۔تمام اہلِ درد مسلمانوں اور مخلص سنیوں سے التماس ہے کہ

قربانی کی کھالیں

سنی لٹریری سوسائٹی کے کیمپوں میں جمع کروائیں!

کیمپ نمبر 1: مسجد یارسول اللہ ﷺ، چوک برف خانہ، ریلوے روڈ، لاہور

فون نمبر: 0300-9436903 7234068

منجانب: دارالاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی) ریلوے روڈ، لاہور

گزارش

[illegible] بندگی کیلئے تخلیق فرمایا ہے اور بنی آدم کو اس دنیا

[illegible] اللہ تعالیٰ کے خلیفہ [illegible] حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں

[illegible] کی معراج تک پہنچ پایا اور اپنے خالق و مالک عزوجل

[illegible] اپنی محبت اور قرب کا اظہار [illegible] فرمایا

لا احصی ثناء علیک

میں تیری تعریف ادا نہیں کر سکتا

[illegible] رسول ﷺ کی سیرت طیبہ سے آپ کے ذوق عبادت

[illegible] کی جھلکیاں پیش نظر تحریر میں ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے

[illegible] قرآن کی ایک نشست کا تحریری عکس ہیں جو

[illegible] اقرار ہوتا ہے!

[illegible] ریڈیو کیسٹ میں محفوظ اس تقریر کو تحریری

[illegible] ترتیب دیا

[illegible] آمین

[illegible] سے مزین کر کے اس تحریری

[illegible] آپ تک پہنچایا جا رہا ہے

اللہ تعالیٰ [illegible] آمین